ڈاکٹروں، نرسوں اور پیرامیڈیک سٹاف کو سلام

تحریر: سہیل احمد لون

ستمبر 2011ء میں ہالی ووڈ کی فلم Contagion ریلیز ہوئی تو کسی کے وہم وگمان میں نہ تھا کہ اس فلم کا چرچا 2020ء میں ہو رہا ہوگا۔ اس فلم میں بھی ایک وائرس ایک دوسرے کو چھونے سے پھیلنا شروع ہوتا ہے دیکھتے ہی دیکھتے وہ لاکھوں لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ کرونا وائرس پھیلنے کے بعد یہ فلم آن لائن لاکھوں کی تعداد میں لوگوں نے دیکھی ہے۔ فلم میں جس قدر عوام اور ریاستی اداروں کو اسے سیریس لیا تھا ویسا حقیقت میں لوگوں نے نہ لیا جس کا نتیجہ ہزاروں افراد کی اموات کی صورت میں بھگتنا پڑ رہا ہے۔ 1995ء میں پرتگال کے ناول نگار José Saramago نے ایک شہرہ آفاق ناول Blindness لکھا جسے 1998ء میں ادب کا نوبل ایوارڈ بھی ملا۔ Mario Puzo کے ناول دی گاڈ فادر کی طرح Saramago کے ناول پر بھی فلم بنائی گئی جسے گاڈ فادر کی طرح ایوارڈ بھی ملا۔ دی بلائنڈ نیس میں بھی آجکل کے کرونا وائرس کی طرح اندھے پن کی ایک ایسی بیماری پھیلنا شروع ہو جاتی ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہوتا اور یہ ایک انسان کے دوسرے انسان کو چھونے سے لوگوں میں تیزی سے منتقل ہوتی ہے۔ بلائنڈ نیس میں بھی جب حالات خراب ہونا شروع ہو جاتے ہیں تو حکومت قانون نافذ کرنے والے اداروں کو عوام پر سختی کرنے کا اختیار دے دیتی ہے۔ قانون نافذ کرنے والے اداروں کے لوگ حفاظتی کپڑے، ماسک اور دستانے پہن کر متاثرہ لوگوں کو زبردستی Quarantine میں منتقل کر دیتے ہیں جہاں پر تمام اندھے لوگوں کو سخت حفاظتی اقدامات میں خوراک پہنچائی جاتی ہے۔ epidemic of blindness کیوجہ سے لوگوں میں وہی خوف و ہراس پایا جاتا ہے جیسا کہ آجکل نظر آ رہا ہے سپر مارکیٹس میں افراتفری، قرنطینہ میں بھی لوگوں کو بنیادی سہولیات نہ ملنے پر غم وغصہ۔ اندھے پن کی وبا پھوٹنے کے ساتھ دو طرح کے لوگ دکھائے گئے کچھ لوگ منفی سوچ رکھنے والے تھے جو اس بیماری کی وجہ سے پیدا ہونے والے حالات کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے اور کچھ ایسے بھی تھے جو دوسروں کی مدد اور خدمت کر رہے تھے۔ جیسے ہی کرونا وائرس کی برطانیہ آمد ہوئی اور حالات لاک ڈاؤن کی طرف جانا شروع ہوئے تو لوگوں میں ایک ہیجانی سی کیفیت دیکھنے میں آئی اور سپر سٹورز پر گاہکوں کی بھرمار ہوگئی اور وہاں شیلفوں کا چند گھنٹوں میں صفایا ہوگیا، برطانیہ میں ایشیائی باشندوں کی ایک کثیر تعداد ہے اور اسی تناسب سے یہاں ایشین گروسری شاپس بھی ہیں، سپر سٹورز کی طرح یہاں بھی گاہکوں کا سیلاب امڈ آیا مگر سپر سٹورز کے برعکس یہاں اپنوں نے اپنوں کی کھال چیزیں دوگنا قیمت بڑھا کر اتارنی شروع کر دی۔ بلائنڈ نیس والے زیادہ تر منفی کردار یہاں اپنے ایشین دکاندار ہی نظر آئے۔ یہ بھی قدرت کا ایک اصول ہے جہاں اندھیرا ہو وہاں اجالا بھی ہوتا ہے، جہاں منفی ہو وہاں مثبت بھی ہوتا ہے، گھر میں ہم بلب کا سوئچ آن کریں تو بلب اس وقت ہی جلتا ہے جب منفی اور مثبت والی تاریں سرکٹ مکمل کریں۔ کرونا وائرس سے جہاں گراں فروشی اور ذخیرہ اندوزی دیکھی گئی وہاں کئی ایسی مثبت چیزیں بھی سامنے آئیں جن کے سامنے منفی کرداروں کی حیثیت ثانوی رہ جاتی ہے۔ یہاں پر موجود مختلف چیریٹی آرگنائزیشن جس میں تمام مذاہب کے لوگ شامل ہیں میدان میں آگئیں اور لوگوں کی مدد کرنے کے لیے اپنی خدمات پیش کر دیں۔ ایسے افراد جو کرونا

وائرس سے متاثر ہوئے ہوں ،عمر یا بیماری کی وجہ سے خریداری سے قاصر ہوں ان کو روزمرہ کی بنیادی اشیاء گھروں تک پہنچانے کا انتظام کیا گیا، بعض لوگوں نے گھروں میں کتے رکھے ہوتے ہیں اگر وہ کرونا وائرس کی وجہ سے کتے کو باہر کا چکر لگوانے کے قابل نہیں رہے تو سماجی کارکنوں نے اس کام کے لیے بھی اپنے آپ کو پیش کیا۔سپر سٹورز سمیت دیگر دکانوں پر اصول لاگو کیا گیا کہ پہلے ان لوگوں کو خریداری کا موقع دیا جائے گا جو بوڑھے ہیں یا جن کا تعلق میڈیکل سٹاف سے ہے۔برطانیہ کا ادارہ نیشنل ہیلتھ سروس NHS میں پہلے ہی ڈاکٹروں اور سٹاف کی کمی تھی تو اب کرونا وائرس کی وجہ حالات مزید ابتر ہونا شروع ہو گئے اس موقع پر NHS نے ایک اپیل کی کہ ان کو تقریباً 2,50000 رضاکارانہ کام کرنے والے افراد کی اشد ضرورت ہے۔اپیل کرنے کے چوبیس گھنٹے میں لاکھ سے زائد افراد نے اپنے آپ کو رجسٹر بھی کروالیا حالانکہ یہ بڑے رسک کا معاملہ ہے۔مگر انسانیت کا جذبہ اگر بیدار ہو تو انسان اپنی جان کی پرواہ بھی نہیں کرتا۔وزیر اعظم عمران خان نے بھی نوجوانوں سے رضاکارانہ کام کرنے کے لیے اپیل کی ہے۔ہماری عوام میں اگر کرپٹ لوگوں کی کمی نہیں تو وہاں ایسے لوگ بھی بے شمار ہیں جو انسانیت کے لیے زندگی وقف کرتے ایک لمحہ بھی نہیں سوچتے۔ایسے موقعوں پر اگر ملک کے ٹاپ ٹین امیر بندوں میں سے کسی نے کرونا وائرس کے لیے کوئی حصہ نہیں ڈالا وہاں کئی عبدالستار ایدھی کی طرح کے بھی لوگ میدان میں ہیں جو اپنی مال و جان دونوں انسانی فلاح کے لیے خرچ کرر ہے ہیں۔برطانیہ میں لاک ڈاؤن کے بعد کھانے پینے والی چیزوں کی دکانیں ابھی تک کھلی ہیں،اس کے علاوہ بینک، پوسٹ آفس،ٹرانسپورٹ ابھی تک چل رہی ہے۔اگر لوکل ٹرانسپورٹ کا سروے کیا جائے تو اس میں سب سے زیادہ سفر کرنے والے ہسپتالوں میں کام کرنے والے لوگ ہیں۔کرونا وائرس کے مریض کے پاس گھر والا بھی جانے سے کتراتا اور خوف محسوس کرتا ہے مگر جس بہادری اور دلیری سے ڈاکٹرز اور میڈیکل سٹاف دن رات کام کر رہا ہے قابل تحسین ہے۔چین میں کرونا وائرس پر قابو پانے کے بعد ملک بھر میں بڑی عمارتوں پر ڈاکٹروں اور میڈیکل سٹاف کا تقریباً پچاس ہزار الیکٹرانک پوسٹرز تصاویر آویزاں کر کے خراج تحسین پیش کیا گیا، برطانیہ میں بھی NHS کو خصوصی شکریہ کا پیغام دیا گیا۔برطانیہ میں اس وقت بیس ہزار فوج بھی کرونا وائرس سے نبٹنے کے لیے ہائی الرٹ پر ہے مگر جو کام ڈاکٹرز اور میڈیکل سٹاف کرر ہا ہے وہ فوج بھی نہیں کرسکتی۔فوج میں جے سی اوز اور آفیسرز کو سیلوٹ مارا جاتا ہے، اسی طرح صدر وزیر اعظم اور پولیس آفیسرز کو بھی سیلوٹ مارتے۔اگر دیکھا جائے تو ڈاکٹرز اور میڈیکل سٹاف بھی ہماری جانوں کی حفاظت کرر ہے ہیں بلکہ ہماری جانیں بچار ہے اور یہی کام فوجی اور پولیس آفیسر کرتا ہے تو اسے سیلوٹ مارے جاتے ہیں۔اس حساب سے تو ڈاکٹرز اور میڈیکل سٹاف کو بھی آفیشلی سیلوٹ مارا جانا چاہئے جو جنگ ہو یا حالت جنگ ہر ہنگامی صورت حال میں اپنے فرائض سرانجام دیتے ہیں۔کرونا وائرس میں جہاں فوج، سیکورٹی، صحافی، گڈز ٹرانسپورٹرز، فوڈ شاپس پر کام کرنے والے افراد فرنٹ لائن میں کام کرر ہے ہیں وہاں ڈاکٹرز اور پیرامیڈیک سٹاف بھی خدمت میں پیش پیش ہے، یہ تو مریض سے سماجی فاصلہ بھی نہیں رکھ سکتے یہی وجہ ہے کہ کرونا وائرس کے خلاف جنگ لڑتے اب تک سینکڑوں ڈاکٹرز اور پیرامیڈیک سٹاف بھی متاثر ہو کر اپنی جان کی بازی ہار چکے ہیں جس کا اندازہ اس بات سے لگالیں کہ صرف اٹلی میں اب تک 48 ڈاکٹرز کرونا وائرس سے متاثرہ مریضوں کا علاج کرتے اپنی جان گنوا چکے ہیں۔ جیسے فوجی اپنے ملک کی سرحدوں کی حفاظت کرتا ہے اور دوران جنگ محاذ پر لڑتا ہے اور عوام گھروں میں رہتی ہے اسی طرح ڈاکٹرز بھی کرونا

جیسے نانظر آنے والے انسانی دشمن سے لڑ رہے ہیں جو انسانی کی جسمانی سرحد پار کر کے اسے اندر سے کھوکھلا کر رہا ہوتا ہے۔ ڈاکٹرز بلاشبہ مسیحا ہوتے ہیں اگر ان میں چند مادیت پرست ہوں بھی تو گنتی کی کالی بھیڑوں کی وجہ سے اکثریت کو سرخ سلام پیش نا کرنا زیادتی ہوگی، فلم کی طرح حقیقی زندگی میں بھی ہیرو کے ساتھ ساتھ ولن بھی ہوتے ہیں مگر برائی کا انجام ہمیشہ عبرت ناک ہی ہوتا ہے۔ خاص طور پر پاکستان میں محدود وسائل میں عوام کی خدمت کرنا بہت مشکل ٹاسک ہے۔ کاش! جیسے ہم اسلحہ سازی میں خودکفیل ہیں اور کسی فوجی کو اس چیز کی ٹینشن نہیں کہ ان کے پاس جدید ہتھیار، میزائل اور لڑاکا طیارے نہیں ہیں اسی طرح ہمارے ڈاکٹرز بھی طبی اوزاروں اور مشینوں سے مسلح ہوتے، امید ہے آئندہ موٹروے اور میٹرو بناتے وقت اس بات کو بھی ذہن میں رکھا جائے گا کہ جان ہے تو جہاں ہے ورنہ یہ سڑکیں اور اورنج ٹرین کس کام کی؟ ڈاکٹرز اور میڈیکل سٹاف میں سے اگر کوئی مریضوں کا علاج کرتے خود بھی کرونا وائرس کا شکار بن کر زندگی کی بازی ہار جاتا ہے تو اسے بھی قومی اعزاز کے ساتھ سبز پرچم میں لپیٹ کر دفنانا چاہیے وہ بھی کسی شہید سے کم نہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

29-03-2020